غالب کی ایک غزل کا ساختیاتی (Structural) جائزہ

Structural review of one of Ghalib's ghazals

Dr. Muhammad Khuram Yasin

Visiting Lectuer G.C.University, Fsd

ڈاکٹر محمد خرم یاسین

وزٹنگ لیکچرر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد

Abstract:

"Structuralism provides deep inside study of the cultural codes and conventions of a literature; either it is prose or poetry. It denotes its forming, formulating and devising structural elements. Since the time, Ferdinand de Saussure has laid the foundation of Structuralism, it has not only became hot topic of the linguistics but also many further developments have been made in post- structural era. In this article, the structural critique and analysis of a Ghazal (poetry genere) of the most famous poet of Urdu Ghazal, Mirza Ghalib is presented.

ساختیات (Structuralism) جس کا آغاز سا سئیر (Ferdinand de Saussure) نے کیا تھا، اس نے نہ صرف ارسطو کے زمانے سے چلے آرہے قدیم لسانی تصورات کو یکسر بدل کر رکھ دیا بلکہ طب، نفسیات، فلسفہ اور بشیریات ایسے شعبہ جات کو بھی متاثر کیا۔ اس کی اثر پذیری جرمنی اور فرانس سے نکل کر ساری دنیا میں پھیلی اور اٹھارویں اور انیسویں صدی میں اس کے مباحث کا آغاز اردو دنیا میں بھی ہونے لگا۔ لیکن تا حال اس حوالے سے اردو میں کیا گیا کام نامکمل دکھائی دیتا ہے۔ بال خصوص جب ساختیات کے اطلاقی پہلو کی بات کی جائے تو نفسیاتی، معاشرتی یا سماجی، معاشی، اسلوبی اور جمالیاتی تنقید کے مقابل یہ میدان خالی

دکھائی دیتا ہے۔غالب کی غزل کا جائزہ لینے سے قبل ساختیات کے دائرہ عمل کے بارے میں بات کی جائے تو اس حوالے سے گوپی چند نارنگ مفکرین کی عمومی رائے کا اظہار یوں کرتے ہیں:

"اکثر مفکرین نے ساختیات کو فکری انتشار میں ارتباط پیدا کرنے والی ذہنی تحریک (Movement of Mind) قرار دیا ہے۔"(۱)

ساختیات کے طریق کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر ناصر عباس نیئر تحریر کرتے ہیں:

"ساختیات کسی ثقافتی مظہر کے کلی نظام (ساخت) کو دریافت کرنے کا ایک طریق ہے، جیسا کہ جدلیات ہے۔ جدلیات فلسفیانہ طریق ہے اور ساختیات سائنسی۔ تاہم دونوں کا مقصد حقیقت کی کلیت تک پہنچنا ہے۔—"(۲)

جے اے کڈن تحریر کرتے ہیں کہ ساختیات چوں کہ علامت، اشارہ، معنیت اور اس کے معاشرتی تعلق کا نظام ہے اس لیے یہ محض زبان سے آگے کی چیز ہے۔

"Not just the language of utterance in speech and writing. It is concerned with signs and thus with signification. Structuralist theory considers all conventions and codes of communication; for example, all forms of signal (smoke,fire, traffic lights, Morse, flags, gesture), body language, status symbols and so on."(3)

گوپی چند نارنگ کی ساختیات سے متعلق اپنی رائے یہ ہے کہ: ساختیات معنی خیزی کی حقیقت تک پہنچنے کا علم ہے:

"ساختیات بنیادی طور پر ایک ادراک حقیقت کا اصول ہے۔ یعنی حقیقت کائنات ہمارے شعور و ادراک کا حصہ کس طرح بنتی ہے، ہم اشیا کی حقیقت کو انگیز کس طرح کرتے ہیں یا معنی خیزی کن بنیادوں پر ہے اور معنی خیزی کا عمل کیوں کر ممکن ہوتا ہے اور کیوں کر جاری رہتا ہے۔—"(۴)

ساختیات (Structuralism) در حقیقت کسی بھی ادب پارے، نظم و نثر کی ساخت کا مطالعہ کرتے ہوئے اس میں موجود کوڈز (Codes) جن میں مختلف معاشرتی، تہذیبی اور ثقافتی، نشانات، اشارات، علامات، استعارات، تشبیہات وغیرہ شامل ہوتے ہیں، کنونشنز (Conventions) جن میں روایات و رسمیات وغیرہ شامل ہوتی ہیں اور شعریات و معنیات کا مکمل نظام موجود ہے، کی نشاندہی کرتی ہے۔ ساختیات کے اطلاقی پہلو کے حوالے سے غالب کی غزل "میکدے میں میرے شب غم کا جوش ہے" کا جائزہ پیش کیا جارہا ہے۔ پہلے غزل ملاحظہ کی جائے:

۱۔ ظلمت کدے میں میرے شبِ غم کا جوش ہے　　　　اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے

۲۔ نے مژدہ وصال نہ نظّارہ جمال | مدّت ہوئی کہ آشتیٔ چشم و گوش ہے
۳۔ مے نے کیا ہے حسنِ خود آرا کو بے حجاب | اے شوق یاں اجازتِ تسلیم ہوش ہے
۴۔ گوہر کو عقدِ گردنِ خوباں میں دیکھنا | کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہے
۵۔ دیدار بادہ، حوصلہ ساقی، نگاہ مست | بزمِ خیال مے کدۂ بے خروش ہے
۶۔ اے تازہ واردانِ بساطِ ہوائے دل | زنہار اگر تمہیں ہوسِ نائے و نوش ہے
۷۔ دیکھو مجھے! جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو | میری سنو! جو گوشِ نصیحت نیوش ہے
۸۔ ساقی بہ جلوہ دشمنِ ایمان و آگہی | مطرب بہ نغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے
۹۔ یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشِ بساط | دامانِ باغبان و کفِ گل فروش ہے
۱۰۔ لطفِ خرامِ ساقی و ذوقِ صدائے چنگ | یہ جنّتِ نگاہ وہ فردوسِ گوش ہے
۱۱۔ یا صبح دم جو دیکھیے آکر تو بزم میں | نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے
۱۲۔ داغِ فراقِ صحبتِ شب کی جلی ہوئی | اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے
۱۳۔ آتے ہیں غیب سے یہ مضامیں خیال میں | غالب صریرِ خامہ نوائے سروش ہے(۵)

پہلے شعر میں غالب ظلمت کدے میں جوش کا ذکر کرتے ہیں۔ ''ظلمت کدہ''، اندھیر نگری، ظلم و جبر کی جگہ کہاں واقع ہے؟ اس کا بیان مشکل ہے اور یہاں استفہام ایک (Gape) کو جنم دیتا ہے کیوں کہ یہ غالب کا گھر بھی ہو سکتا ہے اور مجموعی طور پر تباہ شدہ دہلی کا وہ تمثیلی منظر بھی جس کے نوحے غالب کے خطوط میں جا بہ جا ملتے ہیں۔ یوں ظلمت کدہ ایک معاشرتی کوڈ (Social Code) ہے جس سے شعر ترتیب پا رہا ہے اور مجموعی طور پر دہلی کی تباہی و بربادی کی نشاندہی کرتے ہوئے اس کے اثرات غالب کی زندگی پر ظاہر کر رہا ہے۔ یہ ایک لفظ ایک پورے معاشرے کے مخصوص ماحول کی نمائندگی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اگر اس ناامیدی کو غالب کے محبوب سے ہجر سے جوڑا جائے تب بھی یہاں ابہام کی وجہ سے سوچنے سمجھنے کی گنجائش (gape) موجود رہے گی۔ غم اور جوش چوں کہ ایک دوسرے سے مختلف جذبات ہیں اس لیے ان کی یک جائی سے معلوم ہوتا ہے کہ غالب شعر کے خیال کو اجنبیانے (Defamiliarization) کے عمل سے گزارنا چاہتے ہیں تاکہ ادب پارے کی خوبصورتی مزید بڑھ جائے۔

دوسرے مصرعے میں ''شمع'' ایک کوڈ (Code) ہے جس کا عمومی استعمال امید اور رجائیت کے لیے کیا جاتا ہے لیکن یہاں پھر سے غالب نے مایوسی کی شدت کو بیان کرنے کی کوشش میں شمع کے گل ہونے کو ناامیدی کی علامت قرار دیا ہے۔ پہلے اور دوسرے مصرعے میں ''جوش'' اور ''خموش'' اگرچہ بطور قافیہ استعمال ہوئے ہیں لیکن ساختیاتی مطالعے کی رو سے یہ افتراقی جوڑے

(Binary Opposition) کی صورت میں سامنے آتے ہیں اور شعر کو معنیت بخشتے ہیں۔ غالب خود اس شعر کی ساختیات یوں بیان کرتے ہیں:

> ”میرزا خود اس شعر کی شرح کرتے ہوئے عبدالرزاق شاکر کو لکھتے ہیں ”اک شمع ہے دلیلِ سحر سو خموش ہے“ یہ خبر ہے۔“(۶)

غلام رسول مہر کی تشریح ملاحظہ کیجیے جس سے ساختیات کے علم نشانیات کا بھی معلوم ہوتا ہے:

> ”میرے اندھیرے گھر میں شبِ غم کے جوش و شدت کا یہ عالم ہے کہ صبح کی علامتیں ناپید ہیں، صرف ایک نشان رہ گیا ہے اور وہ بجھی ہوئی شمع ہے۔“(۷)

دوسرے شعر پر غور کریں تو اس میں ایک چیز غائب ہے لیکن سارے حاضرات اسی پر منحصر ہیں اور وہ ہے غالب کا محبوب۔ غالب چاہتے ہیں کہ ان کا محبوب سے وصال ہو لیکن ہجر کی ایک مسلسل کیفیت ہے جس کی وجہ سے قلب و ذہن میں ہلچل ہے۔ یہ ہلچل بظاہر دکھائی نہیں دیتی اور سکون کا عالم ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہاں لفظوں اور ان کی کیفیات کے متضاد بیان کا اظہار پھر سے افتراقی جوڑوں سے کیا گیا ہے۔ جولیا کریسٹیوا کے نظریے کا اطلاق کیا جائے تو یہاں بین المتنیت (Intertextuality) موجود ہے اور غالب کے اس شعر میں آمد سے زیادہ آورد واضح ہے۔ دوسرا شعر بھی در حقیقت ایک خبر ہے لیکن اس خبر کی بناوٹ یا ساخت میں ”آشتی چشم و گوش“ کو بھی اجنبیانے (Defamiliarization) کے عمل سے گزارا گیا ہے تاکہ قارئین متن کی قرات کے دوران متضاد کیفیت کے بیان کی وجہ سے اصل وجہ تک پہنچنے کے دور
(Process) سے گزر سکیں۔

تیسرے شعر میں اردو کی شعری روایت (Conventions) کا بیان ہے جس کے مطابق محبوب کا دیدار ہونے پر اپنا ہوش نہ رہنا،، محبوب کا ساقی ہونا اور شاعر کا مے کش ہونا وغیرہ شامل ہیں۔ اس شعر میں ایک تجسس اور اشکال (gape) ہے اور وہ یہ کہ غالب کا محبوب مرد ہے یا عورت؟ اگر عورت ہے تو اس کا مردوں کے مے خانے میں آنا اور ہوش سے بیگانہ ہونا بظاہر ممکن نہیں دکھائی دیتا کہ یہ معاشرتی رسمیات کے بالکل متضاد بات تھی۔ دوسری جانب اگر مرد ہے تو مرد ایسا پری جمال نہیں ہو سکتا کہ غالب اس پر مر مٹے اور شعر کہے۔ اس ابہام کا حل رسمیات سے ہی نکلتا ہے۔ مشرقی شعری روایت کو جانے بنا اس شعر کی تشریح و توضیح بالکل ابہام کا شکار ہو جاتی ہے۔ غالب اس شعر میں پھر سے متکلم کے روپ میں سامنے آتے ہیں اور وہ حالت خود کلامی میں ہیں۔ عموماً محبوب کو بے حجاب دیکھنے پر شعرا نے خود اپنے حواس کو معطل بیان کیا ہے لیکن اس شعر میں غالب نے پھر سے خیال کو یہ کہہ کر اجنبیانے کی
کوشش کی ہے کہ محب اس مدہوش کن منظر میں بھی ہر گز ہوش نہ کھوئے بلکہ جی بھر کے محبوب کو دیکھتا رہے۔
یہاں تک کہ اسے خود سے مدہوش ہونے کی خبر بھی نہ ہو۔

چوتھے شعر میں غالب کا گوہر فروش پر رشک کا اظہار کرنا ان کی نفسیاتی خواہش کا معنی نما یا سگنی فائیر (Signifier) ہے جو قارئین کے چشم تصور (Imagery) کو تصور معنی (Signified) کی جانب لے جاتے ہوئے وہ منظر دکھانے کی کوشش کرتا ہے جو خود غالب کے لاشعور میں موجود ہے۔ وہ گوہر فروش کے پیشے پر رشک کا اظہار اس لیے کر رہے ہیں کہ اپنے ہاتھ سے حسیناؤں کے لیے ہار تیار کر رہا ہے اور یہ ہار آخر کار ان کے گلے میں سج کر گوہر فروش کے لیے اعزاز اور حسینوں کے لیے زینت کا باعث بن رہا ہے۔

ساختیات کے مطابق زبان شفاف (Transparent) ذریعہ نہیں جس کے آر پار جھانکا جاسکے۔ پانچویں شعر کو دیکھیں تو پہلا مصرعہ بالکل ہی غیر شفاف دکھائی دیتا ہے۔ اس میں الفاظ کی ترتیب دو تراکیب اور ایک نیم ترکیب کی صورت میں موجود ہے۔ یہ ایک مبہم مبدا ہے جس کی خبر دوسرے مصرعے میں ملتی ہے تو بات مکمل ہوتی ہے۔ یوں پہلا مصرعہ مکمل طور پر تصور معنی یا سگنی فائیر (Signifier) کی صورت میں

ہے جو بزمِ خیال کو تصور معنی (Signified) دیتی ہے۔ شعر میں بقول غالب، خیال کی بزم میں محبوب کا تصور عین مے کے نشے سے زیادہ مست کرنے والا ہے۔ یہاں قارئین کے پاس تصور کے دونوں رخ جانچنے کی بھرپور گنجائش (Gape) موجود ہے کہ اس کا تعلق عشق حقیقی سے ہے یا مجازی سے۔

چھٹے اور ساتویں شعر کا مزاج تنبیہی و نصیحتی ہے۔ غالب اندھی خواہشات کی تکمیل میں سرپٹ دوڑتے ناؤنوش کے خواب دیکھتے نو آمدیدہ احباب کو تنبیہہ کر رہے ہیں کہ میری جانب دیکھو اور مجھ سے نصیحت حاصل کرو۔ اس شعر میں ''زنہار'' ایک ایسی تنبیہہ ہے جو مکمل علامت (Sign) ہے جس کی جڑیں (Roots)

معاشرت اور معاشرتی مسائل میں گڑھی ہوئی ہیں۔ یہ معاشرہ چوں کہ مذہب اور معاشرتی اقدار کا پابند ہے اس لیے یہاں شراب نوشی ایک معاشرتی جرم بھی ہے اور مذہبی بھی۔ بات جرم تک محدود نہیں، اس کے انجام کی جانب اشارہ کرتے ہوئے غالب خود اپنی حالت کا بیان کر رہے ہیں۔ یہ شعر ساختیاتی حوالے سے قابلِ فہم (Intelligibility) ادب پارے کا نمونہ ہے۔ ساتواں شعر بھی اسی زمرے میں دیکھا جاسکتا ہے۔

آٹھواں شعر چھٹے اور ساتویں شعر ہی کا تسلسل ہے۔ اس میں غالب پھر سے نصیحت کر رہے ہیں کہ مے نوشی بالخصوص جب محبوب ساقی ہو اور راگ رنگ کی محفلیں عموماً ایمان و آگہی اور ہوش و تمکنت یعنی عزت و وقار کو پائمال کر دیتی ہیں اس لیے ان سے جس بھی حد تک ہوسکے، دور احتراز ہی کیا جائے۔ اس شعر کو معاشرتی اقدار اور رسمیات (Conventions) کے بنا سمجھنا ممکن نہیں۔ ہر شخص فطری طور پر محبوب سے قریب ہونا چاہتا ہے جب کہ موسیقی سے دلچسپی بھی انسانی فطرت کا حصہ ہے لیکن ایسی صورت میں

جب کہ ان کی زیادتی کسی حساس انسان کو تباہ کر چکی ہوں، اس کا نصیحت کرنا عین ممکن دکھائی دیتا ہے۔ اس میں غالب کی نصیحت درحقیقت ایک علامت (Sign) ہے جو اس کے پس منظر میں دال و مدلول کے رشتے کو ظاہر کرتی ہے۔ اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اس شعر کا دوسرا مصرعہ توضیح پر مشتمل ہے اور Hermunitic Code کا حصہ ہے۔ اگلے چار اشعار چوں کہ غزل میں قطعے ہی کا تسلسل ہیں اس لیے ان کے مضمون میں کچھ خاص فرق نہیں۔ ان چاروں اشعار میں چنگ و رباب، مخصوص بازار کی جھلملاتی شمعیں اور ان کے گرد محور قص رقاصائیں، محبوب کی ساقی گری، رات کی رنگینیوں اور عیش و عشرت کے اسباب کی علامات اول اول عیش و نشاط اور آخیر نحوست کے زمرے میں بیان کی گئی ہیں۔ ان تمام اشعار کی معنویت اور اسلوبی ساخت کو سمجھنے کے لیے دلی ولکھنو کی معاشرت، ایک عالی قدر انسان کی ذلت و رسوائی، نہ چھوڑے جاسکنے والی بری عادات اور ایسے دیگر مسائل کا ذکر ہے جنھیں بنا اس وقت کے ماحول اور حالات کے پس منظر کے سمجھنا دشوار ہے۔

مقطع کی ساختیات کا مطالعہ کیا جائے تو غالب یہ تعلی پیش کرتے ہیں کہ ان کے خیالات غیب سے در آتے ہیں اور گویا کوئی غیبی طاقت ہے جو ان سے اشعار لکھوا رہی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ بین المتنیت (Intertextuality) یہ تسلیم نہیں کرتی کہ تمام خیالات کا منبع غیب ہی ہے۔ اس میں ہمارے ارد گرد کے حالات، علوم اور تجربات سبھی کچھ شامل ہوتا ہے۔ اس بنیاد پر غالب کی غزل کے ان اشعار کو پرکھا جائے تو یہاں آمد پر آورد غالب دکھائی دیتی ہے۔ بالخصوص قطعے پر مشتمل اشعار تو بالکل نصیحتی رنگ لیے ہوئے ہیں۔ البتہ شعر کے دوسرے مصرعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کے غیب سے آنے والے خیالات میں بھی فرشتے کی صدا شامل ہے۔ اردو میں آمد اور آورد کے تا حال ایسے ڈسکورس (Discourse) کی ضرورت ہے جو ایسی شاعرانہ تعلیات کا جائزہ لے سکے اور کسی ایک نتیجے تک پہنچ سکے۔

حوالہ جات

۱۔ گوپی چند نارنگ، ''ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات''، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء، ص: ۳۴

۲۔ ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، ''ساختیات ایک مطالعہ''، اسلام آباد، پورب اکیڈمی، ۲۰۱۱، ص: ۱۵

3. J. A. CUDDON, A Dictionary of Literary Terms and Literary Theory, FIFTH EDITION, A John Wiley & Sons, Ltd., Publication, 2013, P-684

۴۔ گوپی چند نارنگ، ''ساختیات پس ساختیات اور مشرقی شعریات''، ص: ۴۰

۵۔ غلام رسول مہر، ''نوائے سروش، دیوان غالب مع شرح''، لاہور: شیخ غلام رسول اینڈ سنز، ۱۹۶۹ء، ص:۵۵۶

۶۔ ایضاً

۷۔ ایضاً، ص:۵۵۸